معین الدین عقیل *

ہندوستان میں لکھی جانے والی اولین فارسی خودنوشت

بطورِ صنفِ نثر اردو زبان میں لکھی جانے والی اولین خودنوشت سوانح عمری کا تعین مختلف حوالوں اور منصوبوں کے تحت موضوعِ مطالعہ و تحقیق بنتا رہا ہے۔ اس ضمن میں بالخصوص راقم کے انکشاف پر مبنی مرتبہ و مطبوعہ کاوش بیتی کہانی: اردو کی اولین نسوانی خودنوشت، مصنفہ شہربانو بیگم، دخترِ نواب پٹودی اکبر علی خاں کا مقدمہ اس وقت تک تمام دستیاب و ضروری معلومات پر مشتمل ہے۔[۱] پھر اس موضوع پر مزید معلومات اور دیگر دستیاب اولین خودنوشت سوانح عمریوں کا راقم کا تحریر کردہ ایک تعارف "اردو کی اولین خودنوشت سوانح عمریاں"[۲] میں سامنے آیا۔ اردو زبان میں ایسی دستیاب خودنوشتوں کے منظرِ عام پر آنے کا آغاز کوئی ۱۸۴۰ء کی بات ہے، جب ایک نو عیسائی (ہندو) پتمبر سنگھ کی اردو زبان میں ایک خودنوشت *Memoir of Pitambar Singh, a Native Christian*[۳] شائع ہوئی۔ جب کہ شہربانو بیگم کی مذکورہ بالا خودنوشت (مرقومہ ۱۸۸۵ء۔۱۸۸۷ء) کے لکھے جانے تک اردو میں کئی خودنوشت سوانح عمریاں لکھی گئیں جن کا ذکر راقم کے موخر الذکر مقالے میں موجود ہے۔

یہ معاملہ ان خودنوشت سوانح عمریوں کا ہے جو ایک مستقل صنف کے طور پر خاص اسی مقصد سے اپنی زندگی کا احوال مرتب کرنے کے لیے لکھی گئیں۔ ورنہ ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ مؤرخین نے جب اپنے عہد

کی تاریخیں لکھیں، یا تذکرہ نویسوں نے معاصر شاعروں، مصنفین یا علما و مشائخ کے تذکرے لکھے یا صوفیہ کے مصاحبین یا عقیدت مندوں نے ان کے ملفوظات مرتب کیے، تو ضمنی طور پر کہیں کہیں وہ اپنے ذاتی حالات یا اپنی وابستگی کا حال احوال یا اپنے ذاتی مشاہدات بھی لکھ گئے۔ لیکن ظاہر ہے یہاں ایسی صورت میں ان کے پیشِ نظر اپنی زندگی کے حالات یا اپنی مربوط سوانح لکھنا بنیادی مقصد نہ تھا۔

فارسی زبان میں یہ روایت مغلیہ عہد میں زیادہ عام رہی۔ مغلوں سے قبل بھی یہ روایت مؤرخین اور مصنفین کے ہاں تلاش کی جا سکتی ہے لیکن یہاں ایک ایسی خودنوشت سوانح کا تعارف مقصود ہے جو کسی ضمنی یا ذیلی مقصد سے کسی کتاب کے باب یا جز کے طور پر نہیں بلکہ ایک شخص کے اپنے شخصی یا ذاتی تعارف کے خاص مقصد سے اس کے مصنف امیر الدین میراں جی شمس العشاق (۹۰۲ھ/۱۴۹۶ء۔۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء) نے فارسی زبان میں ۱۵۸۵ء یا اس سے کچھ قبل لکھی تھی۔ شمس العشاق بیجاپور کی عادل شاہی عہدِ سلطنت (۱۴۹۰ء۔۱۶۸۶ء) کے ممتاز صوفی اور مصنف و شاعر تھے، جن کا تعلق چشتیہ سلسلے سے تھا۔ سلسلہ چشتیہ کا فیض دکن میں سید محمد حسینی عرف گیسودراز (۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء۔۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء) سے عام ہوا تھا۔ گیسودراز اسلامی تصوف کی ان روایات سے وابستہ تھے جو سلطنتِ اسلامیہ ہند کے مرکز دہلی میں اور پھر دکن میں اسلامی سلطنت کے صوبائی دارالحکومت دولت آباد میں تصوف کے فروغ اور ایک بڑے پیمانے پر تبلیغِ اسلام کا باعث بنیں۔ انھوں نے بیک وقت اپنے مرشد خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی (متوفی ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء) سے، اور ان سے بیعت کے وسیلے سے خواجہ نظام الدین اولیا (۶۳۱ھ/۱۲۳۳ء۔۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) کی روحانیات و الٰہیات سے مستفیض ہو کر، دکن میں تبلیغِ اسلام اور تصوف کے فروغ کا وہ شاندار کارنامہ انجام دیا تھا جو جنوبی ایشیا میں دیگر کم ہی صوفیہ کے ساتھ منسوب ہے۔ انھیں یہ بھی ایک اعزاز و امتیاز حاصل ہے کہ ان سے دکن میں چشتیہ سلسلے کو بے پناہ مقبولیت اور مثالی فروغ نصیب ہوا اور اس سلسلے کے جو صوفیہ ان سے راست یا بالواسطہ منسلک رہ کر اسلامی تصوف میں اپنی خدمات، تعلیمات اور افکار سے علاقۂ دکن کو فیض یاب اور منور کرتے رہے، خود وہ بھی اپنی اپنی جگہ اپنی خدمات و اثرات کے سبب ممتاز و موثر نظر آتے ہیں۔ دکن میں ان کا فیض شاہ جمال الدین مغربی (متوفی ۱۴۲۴ء) تک اور ان سے شاہ کمال الدین بیابانی (متوفی ۱۴۶۳ء) تک پہنچا تھا۔ شاہ بیابانی سے امیر الدین میراں جی شمس العشاق نے فیض پایا تھا[۴] جو اس وقت ہمارا ایک موضوع ہیں۔ پھر ان سے راست فیض یافتگان میں ان

کے فرزند شاہ برہان الدین جانم (۹۶۱ھ/۱۵۵۳ء–۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء) تھے[۵] اور جن کے فرزند شاہ امین الدین علی اعلیٰ (۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء–۱۰۸۴ھ/۱۶۷۴ء) تھے۔[۶]

جانم کے ایک معاصر شیخ محمود خوش دہان (متوفی ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء) بھی ممتاز صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں اور انھیں جانم سے ایک نسبت یہ تھی کہ ان کی بہن ولی بی ماں جانم کے عقد میں تھیں، جن سے امین الدین علی اعلیٰ تولد ہوئے۔[۷] مزید یہ کہ یہ جانم سے نہ صرف سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے بلکہ ان کی خلافت پر بھی متمکن ہوئے۔ اس پر مستزاد، جانم کی ہدایت پر انھوں نے اعلیٰ کے اتالیق و مربیِ تربیت کی ذمے داری بھی ادا کی۔[۸] ان مناسبتوں کے باعث خوش دہان بھی اس خانوادے کے ایک رکن تھے۔ اس طرح ان تین نسلوں پر مشتمل یہ خانوادہ، گیسودراز سے بیعت ورشد کے وسیلے سے ان سے فیض یافتہ بھی ہے اور دکن میں ان کے خیالات کے فروغ کا سبب بھی بنا ہے۔ شمس العشاق اس خاندان کے ایک جانب سرپرست اعلیٰ بھی تھے اور دوسری جانب دکن میں، اس طرح اپنے خاندان کی اجتماعی کوششوں کے باوصف، چشتیہ سلسلے کے فروغ اور وسعت کا سبب بھی بنے۔ شمس العشاق نے تصوف کے اعمال واشغال اور سلوک وتربیت کے ساتھ ساتھ تخلیق وتصنیف کو بھی اپنے افکاروخیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا تھا۔ وہ شاعر بھی تھے اور نثر میں متعدد کتابوں اور رسائل کے مصنف بھی تھے۔[۹] ان تصانیف میں ان کی وہ خودنوشت بھی شامل ہے جس کا تعارف یہاں پیشِ نظر ہے۔

یہ خودنوشت نسل نامہ حاجی شریف الدین یعنی خودنوشت حالات حضرت میراں جی دو اجزا پر مشتمل لیکن بہت مختصر ہے۔ ان اجزا میں ایک ''نسل نامہ'' ہے جس میں مصنف نے اپنے اجداد کے نام تحریر کیے ہیں، اور دوسرا جزان کے ذاتی حالات پر مشتمل ہے۔ ان دونوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں، یہ دونوں باہم مربوط ہیں۔ اس خودنوشت کے پانچ قلمی نسخوں کا علم ہے جو درج ذیل کتب خانوں: کتب خانہ درگاہ امینیہ (بیجاپور)، کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد)، ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد، مخطوطہ نمبر ۸۶۳؛ کتب خانہ عمر الیافعی (۱۸۸۹ء–۱۹۶۱ء) حیدرآباد اور خانقاہ عنایت الٰہی (جدِ اعلیٰ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ۱۹۰۴ء–۱۹۶۲ء) میں موجود ہیں۔[۱۰] اس خودنوشت کے بارے میں اس شک کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ کیا یہ میراں جی ہی کی تصنیف ہے۔[۱۱] یہ بھی گمان ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خودنوشت مکمل نہیں۔ اس میں میراں جی اور حضرت علی کے درمیان جو فہرستِ اجداد درج ہے اس میں ۱۷ واسطے بیان کیے گئے ہیں اور ان کی مدت نو سو سال

مبنی ہے۔اس مدت کے لحاظ سے کہا گیا ہے کہ یہ واسطے کم ہیں۔لیکن اس کی نوعیت سے قطع نظر اس میں شک نہیں کہ اس کا تعلق میراں جی اور ان کی زندگی ہی سے ہے اور بہت اہم اور قیمتی معلومات اس کے توسط سے دستیاب ہوئی ہیں۔پھر اس کی زمانی تقدیم کے بارے میں بھی دو رائے نہیں ہو سکتیں۔

میراں جی کے انتقال (۱۵۸۵ء) تک کسی ایسی فارسی خودنوشت کے بارے میں ہماری معلومات عنقا ہیں، جو ہندوستان میں لکھی گئی ہو، اور جو کسی حکمران سے منسوب، بمثل ''وقائع بابری'' (شہنشاہ ظہیر الدین بابر، ۱۴۸۳ء۔۱۵۳۰ء) یا مغل حکمران ہمایوں (۱۵۳۰ء۔۱۵۴۰ء) کی سوانح ''ہمایوں نامہ'' (مصنفہ گلبدن بیگم، ۱۵۲۳ء۔۱۶۰۳ء) جیسی واقعاتی و مشاہداتی تصنیف نہ ہو، جس میں مصنف کے جزوی ذاتی حالات بھی تحریر کا حصہ بنے ہیں۔ ہندوستان میں فارسی میں لکھی جانے والی جس پہلی اور معروف خودنوشت کے بارے میں معلومات عام رہی ہیں وہ اسد بیگ قزوینی (متوفی ۱۶۲۱ء) کی خودنوشت وقائع اسد بیگ (''حالات اسد بیگ''/ ''احوالِ اسد بیگ'') ہے جو ۱۶۰۴ء۔۱۶۰۵ء یا شمس العشاق کی تحریر کردہ خودنوشت کے کوئی بیس سال بعد کی تصنیف ہے۔[۱۳] یہ اسد بیگ، شاعر تھا اور 'اسد' تخلص کرتا تھا۔قزوین میں پیدا ہوا لیکن ہجرت کر کے عہد جلال الدین اکبر (۱۵۵۶ء۔۱۶۰۵ء) میں ہندوستان آیا اور ابوالفضل (۱۵۵۱ء۔۱۶۰۲ء) کی ملازمت اختیار کی اور تقریباً ۱۷ سال اس کے ساتھ وابستہ رہا۔ابوالفضل کے انتقال (۱۶۰۲ء) کے بعد، وہ اکبر کے دربار سے منسلک ہوا۔اکبر نے اسے اپنے شہزادہ دانیال کی شادی میں شرکت کے لیے، جو ابراہیم عادل شاہ ثانی (۱۵۸۰ء۔۱۶۲۷ء) کی دختر سے طے پائی تھی، شاہی بارات کے ساتھ بیجاپور بھیجا جس میں شامل ہو کر وہ بیجاپور گیا۔وہاں سے واپسی کے ایک سال بعد اکبر نے اسے دکن کے چاروں صوبوں کے لیے اپنا ایلچی مقرر کر کے بھیج دیا۔ابھی اسے روانہ ہوئے کچھ ہی مدت گذری تھی کہ اکبر کا انتقال ہو گیا، چنانچہ شہزادہ نورالدین جہانگیر (۱۶۰۵ء۔۱۶۲۷ء) نے تخت نشین ہوتے ہی اسے واپس بلا لیا اور کسی وجہ سے اسے ملازمت سے برخاست کر دیا۔اسد بیگ کا انتقال ۱۶۲۱ء میں ہوا۔اس خودنوشت کے علاوہ اپنی یادگار میں اس نے اپنا 'دیوان' چھوڑا ہے، جس میں ۸۰۰۰ اشعار شامل ہیں۔وقائع اسد بیگ میں اس نے اپنے حالات ابوالفضل کی وفات سے اکبر کی رحلت اور جہانگیر کی تخت نشینی تک تحریر کیے تھے۔اس میں اس کے قیام بیجاپور اور ابراہیم عادل شاہ سے اس کی ملاقاتوں کے حالات بھی شامل ہیں۔[۱۴]

میراں جی کی خودنوشت، جو انتہائی مختصر ہی سہی، اور انھوں نے اپنی عمر کے جس حصے میں اسے لکھا ہو، ۱۵۸۵ء یا اس سے قبل کی تصنیف ہے۔ اس طرح میراں جی کی اس خودنوشت کو ہندوستان میں لکھی جانے والی دستیاب اور اس فن میں مستقل اولین فارسی خودنوشت قرار دینے میں تامل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے کُل دستیاب متن کو یہاں ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

اللھم صلی علی محمد صلعم سید الاولین والآخرین۔ نسل نامہ حضرت حاجی شریف دوام الدین بن سید علی بن سید محمد بن سید حسین بن سید داود بن سید زین بن سید احمد بن سید حمزہ بن سید سیف اللہ بن سید ابوالحسن بن سید عبیداللہ مظلومی بن سید علی بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی ابن ابوطالب کرم اللہ وجہہ۔

پیتنا فی الحلعہ القریشیہ، عند بیت صحابہ کرام [15] ابوبکر [16]، بن قحافہ، بن مبارک مکہ [17]، جاء نا فی [18] الہند، المنسوب من قوم چغطیہ، از قوم چغطیہ نسبت کردہ باز بہ مکہ معظمہ رفتہ۔ در مکہ تولدم [19] شد۔ و [20] اسمنا امیرالدین نہادند، المعروف شاہ [21] میراں جی و [22] بعد از بست و دو سال یک طرفہ حال پیدا شد۔ از مکہ معظمہ بہ زیارت مدینہ شریف مشرف شدم۔ مدت دوازدہ سال و سہ ماہ و پنج روز بہ درگاہ قبلہ کونین سید الانبیا والمرسلین بہ یک پہلو افتادہ در شب جمعہ سید المرسلین و [23] با صحابہ کرام قدوم سعادت ابد (کذا) بہ این فقیر آوردند۔ و [24] پابوس شدم۔ دست مبارک بر سر [25] نہادند۔ الحمدللہ بہ مراد رسیدم۔ چنانچہ (کذا) سرفراز کردنی بود سرفراز [26] مرحمت و عنایت رحمت (کذا) عطا شد و [27] سید الانبیا دست این فقیر گرفتہ بدست حضرت علی کرم اللہ وجہہ سپردند۔ از حضرت اسداللہ الغالب نعمت بیکراں عطا یافتم۔ من بعد حکم مصطفی و مرتضی با این فقیر صادر شد کہ بہ ہند بروند۔ نہایت عذر ے و [28] بعجز آوردم کہ زبان ہندگو ناگوں فہمی نمی دارم و [29] بہ زبان مبارک فرمودند ہمہ زبان شما معلوم خواہد شد و ملاقات شاہ کمال الدین بیابانی بگیرید و [30] ہر چہ فرمایند قبول کنند۔ بہ حکم معالی [31] بہ ہند آمدہ [32] ام و در خدمت شاہ کمال الدین رسیدم و [33] چند ایام سعادت انجام خدمت کردم۔ از سر زمین ہند و از زبان ہندی واقف شدم۔ پیر این فقیر رخصت فرمودہ حکم کدخدائی کردند و بہ زبان مبارک فرمودند کہ اے امیر میراں از شما بسیار عالم بہرہ خواہند یافت۔ بہ حکم پیر این فقیر در بنگار

> کدخدائی کردہ۔ چندروز ماندہ۔ درخدمت پیر آمدم۔ فرمودند کہ حکم نبی علیہ الصلوات والسلام شدہ است کہ بہ بیجاپور برو ندو جائی کہ اشارت نبی اللہ شود دراں جا مستقیم وساکن باشد۔ بہ حکم پیرفقیر در عہد علی عادل شاہ آمد باستعانت اشارہ ساکن و مستقیم (وساکن[۳۴]) شدم۔ الحمد للہ علی ذالک۔ تمت تمام شد[۳۵]۔

اس خودنوشت سے میراں جی کے احوال کے بارے میں، ان کے نسب نامے کے علاوہ، جو معلومات اخذ ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

ان کا نام امیر الدین اور عرفیت 'میراں جی' تھی۔ ان کے والد کا نام حاجی شریف دوام الدین تھا، جو سادات زیدی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا مکان مکہ مکرمہ کے محلہ قریشیہ میں ابوبکر بن قحافہ کے پڑوس میں تھا۔ حاجی شریف کی شادی ہندوستان میں مقیم ایک چغتائی خاندان میں ہوئی تھی۔ اس مقصد کے لیے حاجی شریف ہندوستان آئے اور شادی کر کے اپنے وطن لوٹ گئے تھے۔ میراں جی اپنے خاندانی مکان میں پیدا ہوئے تھے۔ وہاں وہ پیدائش کے بعد بائیس برس تک مقیم رہے اور پھر مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ وہاں وہ بارہ سال تین ماہ پانچ دن گذارنے کے بعد ارشاد نبوی کی تعمیل میں شاہ کمال الدین بیابانی سے اکتساب فیض کی خاطر ہندوستان روانہ ہوئے۔ ہندوستان پہنچ کر انھوں نے شاہ کمال بیابانی سے ملاقات کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور مقامی زبان سیکھی اور علاقائی معاشرت سے واقفیت حاصل کی۔ اکتساب فیض کے بعد اپنے مرشد کی ہدایت پر بھنگار گئے اور وہاں شادی کی۔ شادی کے بعد دوبارہ اپنے مرشد کی خدمت میں پہنچے، جہاں انھیں حکم ملا کہ وہ بیجاپور جائیں اور وہاں قیام کریں۔ چنانچہ میراں جی علی عادل شاہ کے عہد میں بیجاپور پہنچے اور وہاں قیام کیا۔[۳۶]

یہ خودنوشت اگرچہ بے حد مختصر ہے لیکن اپنے کل معنوی و نوعی مفہوم کی حامل ہے اور اسی لیے اپنی نوعیت اور زمانی تقدم کے لحاظ سے ہندوستان میں لکھی جانے والی اولین خودنوشت ہے۔

حواشی و حوالہ جات

* سابق ڈین کلیۂ زبان و ادب، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۱۔ مطبوعہ شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۱۹۹۵ء؛ ونیز ترمیم و اضافوں کے ساتھ، اشاعتِ دوم (لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۲۰۰۶ء)؛ اسی کو بنیاد بنا کر اور اس میں پیش کردہ معلومات سے استفادہ کرتے ہوئے طاہرہ آفتاب نے اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا: *A Story of Days Gone By: A Translation of Biti Kahani, An Autobiography of Princess Shahr Bano Begam of Pataudi* (کراچی: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۲ء)۔

۲۔ مشمولہ: خدابخش لائبریری جرنل، پٹنہ، شمارہ ۱۳۵ (جنوری۔مارچ ۲۰۰۴ء)، ص ۵۷۔۷۰۔

۳۔ مشنری پریس، کلکتہ، ۱۸۴۰ء۔ گارساں دتاسی (M. Garcin De Tassy) نے یہ شہادت دی ہے، لیکن اس اردو خود نوشت کا عنوان اس نے انگریزی ہی میں درج کیا ہے: *Histoire de la Litterature Hindouie et Hindoustanie*، جلد دوم (پیرس: اڈولف لابیت)، ص ۴۰۵؛ موخر الذکر میں شامل عبارت کا ترجمہ یہ ہے:
"وہ ایک ہندو تھے جنھوں نے عیسائی مذہب قبول کرلیا ہے۔ پتمبر سنگھ نے ہندوستانی میں اپنی ایک سرگذشتِ حیات لکھی ہے جو کلکتہ سے ۱۸۴۰ء میں شائع ہوئی ہے اور جس کا انگریزی عنوان: *Memoir of Pitambar Singh, a Native Christian* ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن مذہبی مجلس کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ پتمبر نے سیار الاسلام کی تصنیف میں نور محمد، رام کرشن اور سید محمد کی معاونت کی ہے۔"
ترجمہ: لیلیان سیکھان نازرو، مرتبہ معین الدین عقیل، مسودہ، ص ۴۳۷، زیرِ طبع۔

۴۔ ان کے حالات و تصنیفات کے لیے: محمد ہاشم علی، میراں جی شمس العشاق (حیدرآباد: شالیمار پبلی کیشنز، ۱۹۷۴ء) ونیز مقدمہ مغزِ مرغوب و چہار شہادت، مصنفہ میراں جی شمس العشاق (حیدرآباد: حیدرآباد اردو اکیڈمی، ۱۹۶۶ء)؛ گیان چند جین اور سیدہ جعفر، تاریخ ادب اردو، ۱۷۰۰ء تک، جلد دوم (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸ء) جامع اور محققانہ ہیں۔ صوفیائے بیجاپور کے حالات و خدمات کا ایک اچھا مطالعہ و تجزیہ، ایٹن، رچرڈ میکسویل (Eaton, Richard Maxwell)، *Sufis of Bijapur, 1300-1500* (پرنسٹن: پرنسٹن یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۸ء) میں ہے۔ بالخصوص شمس العشاق کے لیے: حالات، ص ۶۷۔۸۷، نظامِ سلوک، ص ۱۳۶، تصانیف، ص ۱۴۱۔

۵۔ حالات اور تصانیف کا ایک جامع مطالعہ محمد اکبر الدین صدیقی، مقدمہ ارشاد نامہ، مصنفہ برہان الدین جانم، مشمولہ قدیم اردو، دور دوم، جلد اول، ۱۹۷۱ء؛ ونیز محمد اکبر الدین صدیقی، مقدمہ کلمتہ الحقائق، مصنفہ برہان الدین جانم (حیدرآباد: ادارۂ ادبیاتِ اردو، ۱۹۶۱ء)؛ گیان چند جین اور سیدہ جعفر، تصنیفِ مذکور، سیدہ جعفر، ص ۱۶۴۔۱۹۸، گیان چند جین، ص ۳۵۲۔۳۷۵؛ ونیز ایٹن، تصنیفِ مذکور، ص ۸۷۔۸۹، ۱۴۴۔

۶۔ حالات و تصنیفات کا ایک جامع اور محققانہ مطالعہ حسینی شاہد، شاہ امین الدین علی اعلیٰ، حیات اور کارنامے (حیدرآباد: انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش، ۱۹۷۳ء) میں ہے۔ ونیز ایٹن، تصنیفِ مذکور، ص ۱۴۴۔۱۴۵۔

۷۔ محمد اکبر الدین صدیقی، شیخ محمود خوش دہان اور ان کا کلام، حیدرآباد، ۱۹۸۸ء، ص ۱۰۔۱۱۔

۸۔ ایضاً، ص ۱۳؛ ونیز شاکرہ بیگم، "معرفۃ السلوک" مقالہ مشمولہ خدابخش لائبریری جرنل، پٹنہ، شمارہ ۷۴۔۷۹ (۱۹۹۳ء): ص ۲۰۴، ونیز ایٹن، تصنیفِ مذکور، ص ۱۴۴۔۱۴۵۔

۹۔ مذکورہ مآخذ کے علاوہ بالخصوص ادبی خدمات کے ضمن میں سیدہ جعفر اور گیان چند کی محولہ بالا تصنیف میں، شعری تصانیف اور ان کے تعارف کے لیے: سیدہ جعفر، ص ۹۸ تا ۱۴۴؛ نثری تصانیف اور ان کے تعارف کے لیے: گیان چند، ص ۳۲۶ تا ۳۵ مفصل اور تازہ محققانہ معلومات پر مشتمل ہیں۔

۱۰۔ بحوالہ سخاوت مرزا "حضرت میراں جی شمس العشاق کی تاریخ وصال" مشمولہ اردو نامہ، کراچی، شمارہ ۳۰ (جنوری ۱۹۶۸ء)، ص ۴۲؛ گیان چند، تصنیف مذکور، ص ۳۲۷۔

۱۱۔ مولوی عبدالحق نے شبہ ظاہر کیا کہ "یہ امر تحقیق طلب ہے کہ یہ تحریر خود انھیں کی ہے" (بنام سخاوت مرزا، مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۵۶ء، مشمولہ مکتوبات عبدالحق مرتبہ جلیل قدوائی (کراچی: مکتبۂ اسلوب، ۱۹۶۳ء)، ص ۴۶۳؛ اور محمد اکبر الدین صدیقی نے برہان الدین جانم کی تصنیف ارشاد نامہ کے مقدمے میں تحریر کیا کہ "یہ خود نوشت نہیں معلوم ہوتی۔ ممکن ہے حضرت میراں جی نے معتقدین کے سامنے کبھی اپنے خیالات بیان کیے ہوں جو سینہ بہ سینہ چلے آئے ہوں اور گیارھویں صدی ہجری میں کسی نے اس وقت لکھ دیے ہوں جب ان کی سیادت کا مسئلہ زیر بحث ہو" مشمولہ قدیم اردو، دور دوم جلد اول (حیدرآباد: شعبۂ اردو، عثمانیہ یونی ورسٹی، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۲ تا ۱۳؛ لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ساری خود نوشت صیغۂ واحد متکلم میں ہے۔

۱۲۔ حسینی شاہد، تصنیف مذکور، ص ۶۲ تا ۶۷۔

۱۳۔ اس خود نوشت کے نسخے برٹش لائبریری لندن، بحوالہ چارلس ریو (Charles Rieu)، *A Catalogue of Persian Manuscripts in British Museum*، جلد سوم (لندن، ۱۹۶۶ء)، ص ۹۷۹؛ فہرست کتب عربی، فارسی و اردو مخزونہ کتب خانہ آصفیہ، جلد دوم (۱۳۳۳ھ)، ص ۸۲۸، ۱۰۲۹ میں موجود ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے، متعدد مآخذ مثلاً سی اے اسٹوری (C.A. Storey)، *Persian Literature, A Bio-Bibliographical Survey* (لندن، ۱۹۵۳ء)، ص ۵۵۳ تا ۵۵۴؛ ڈی این مارشل (D. N. Marshall)، *Mughals in India, A Bibliographical Survey* (بمبئی، ۱۹۶۷ء)، ص ۸۳؛ پی ایم جوشی، "Asad Beg's Mission to Bijapur, 1603-1604" مشمولہ *Mahamahopadhyaya D. V. Potdar Sixty-first Birthday Commemoration Volume* مرتبہ سریندر ناتھ سین (پونا، ۱۹۵۰ء)، ص ۱۸۴ تا ۱۹۵۔

۱۴۔ یہ خود نوشت تاحال غیر مطبوعہ ہے، لیکن اس کا ترجمہ انگریزی میں بی ڈبلیو چیپمین (B. W. Chapman) نے کیا تھا اور جسے ایچ ایم ایلیٹ (H. M. Elliot) نے اپنے مفید تعارفی شذرے کے ساتھ اپنی مرتبہ تاریخ *The History of India as Told by its Own Historians* میں شائع کیا تھا۔ جلد ۶، عکسی اشاعت (لاہور، ۱۹۷۶ء)، ص ۱۵۰ تا ۱۷۴۔

۱۵۔ صحابۃ الکرام (آصفیہ)

۱۶۔ ابی بکر (آصفیہ)

۱۷۔ بسکتہ (آصفیہ)

۱۸۔ بسی (آصفیہ)

۱۹۔ تولد شدم (آصفیہ)

۲۰۔ مذارو (آصفیہ)

۲۱۔ مذارو (آصفیہ)

۲۲۔ ندارد (آصفیہ)

۲۳۔ ندارد (آصفیہ)

۲۴۔ ندارد (آصفیہ)

۲۵۔ سرم (آصفیہ)

۲۶۔ سرفراز کرند

۲۷۔ ندارد (آصفیہ)

۲۸۔ مطابق آصفیہ، متن ندارد

۲۹۔ ندارد (آصفیہ)

۳۰۔ ندارد (آصفیہ)

۳۱۔ ندارد (آصفیہ)

۳۲۔ معلی (آصفیہ)

۳۳۔ آمدم (آصفیہ)

۳۴۔ ندارد (آصفیہ)

۳۵۔ ندارد (آصفیہ)

۳۶۔ اگرچہ میراں جی نے یہ نہ لکھا کہ ان کی ملاقات شاہ کمال الدین بیابانی سے کہاں ہوئی، لیکن ڈاکٹر حسینی شاہد کا خیال ہے کہ ان کی ملاقات گلبرگہ میں ہوئی ہوگی اور ان کی صحبت میں میراں جی نے ایک طویل مدت گذاری۔ حسینی شاہد، تصنیف مذکورہ، ص ۷۶؛ و نیز ۷۴۔۷۵۔

مآخذ

اسٹوری سی اے (.Storey ,C.A)۔ *Persian Literature, A Bio-Bibliographical Survey*۔ لندن: رائل ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۹۵۳ء۔

ایٹن، رچرڈ میکسویل (Eaton, Richard Maxwell)۔ *Sufis of Bijapur, 1300-1500*۔ پرنسٹن: پرنسٹن یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۸ء۔

ایلیٹ، ایچ ایم اور ڈاؤسن (Elliot, H. M. and Dowson)۔ *History of India as Told by its Own Historians*۔ جلد ۶۔ لاہور، ۱۹۶۷ء۔

آفتاب، طاہرہ۔ *A Story of Days Gone By: A Translation of Biti Kahani, An Autobiography of Princess Shahr Banu Begam of Pataudi*۔ اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۲ء۔

بیگم، شاکرہ۔ "معرفۃ السلوک"۔ مقالہ مشمولہ خدا بخش لائبریری جرنل، پٹنہ، شمارہ ۶۹۔۷۴ (۱۹۹۲ء)۔

جوشی، پی ایم۔ "Asad Beg's Mission to Bijapur, 1603-1604"۔ مشمولہ *Mahamahopadhyaya D. V. Potdar Sixty-first Birthday Commemoration Volume*۔ مرتبہ سریندر ناتھ سین۔ پونا، ۱۹۵۰ء۔

جین، گیان چند اور سیدہ جعفر۔ تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک۔ جلد دوم۔ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸ء۔

دتاسی، گارساں۔ *Histoire de la Litterature Hindouie et Hindoustanie*۔ جلد دوم۔ پیرس: اڈولف لابیٹ، ۱۸۷۰ء۔

ریو، چارلس (Rieu, Charles)۔ *A Catalogue of Persian Manuscripts in the British Museum*۔ جلد سوم۔
لندن: برٹش میوزیم، ۱۹۶۶ء۔

سنگھ، پتمبر۔ *Memoir of Pitambar Singh, a native Christian*۔ کلکتہ: مشنری پریس، ۱۸۴۰ء۔

شاہد، حسینی۔ شاہ امین الدین علی اعلیٰ؛ حیات اور کارنامے۔ حیدرآباد: انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش، ۱۹۷۳ء۔

صدیقی، محمد اکبر الدین۔ شیخ محمود خوش دہاں اور ان کا کلام۔ حیدرآباد، ۱۹۸۸ء۔

________۔ مقدمہ ارشاد نامہ۔ مصنفہ برہان الدین جانم۔ مشمولہ قدیم اردو۔ دور دوم۔ جلد اول۔ ۱۹۷۱ء۔

________۔ مقدمہ کلمۃ الحقائق۔ مصنفہ برہان الدین جانم۔ حیدرآباد: ادارہ ادبیات اردو، ۱۹۶۱ء۔

عبدالحق، مولوی۔ مکتوبات عبدالحق۔ مرتبہ جلیل قدوائی۔ کراچی: مکتبۂ اسلوب، ۱۹۶۳ء۔

عقیل، معین الدین۔ "اردو کی اولین خودنوشت سوانح عمریاں"۔ مشمولہ خدا بخش لائبریری جرنل پٹنہ، شمارہ ۱۳۵
(جنوری۔ مارچ ۲۰۰۴ء)؛ ص ۵۷۔۷۰۔

________۔ بیتی کہانی: اردو کی اولین نسوانی خودنوشت اور تاریخ پاٹودی کا بنیادی ماخذ۔ مصنفہ
شہر بانو بیگم۔ جام شورو: شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۹۵ء۔ مع ترمیم و اضافوں کے ساتھ، اشاعت دوم لاہور: القمر
انٹر پرائزز، ۲۰۰۶ء۔

علی، محمد ہاشم۔ مقدمہ مغز مرغوب و چہار شہادت۔ مصنفہ میراں جی شمس العشاق۔ حیدرآباد: حیدرآباد اردو اکیڈمی، ۱۹۶۶ء۔

______۔ میراں جی شمس العشاق۔ حیدرآباد: شالیمار پبلی کیشنز، ۱۹۷۴ء۔

کتب خانۂ آصفیہ۔ فہرست کتب عربی، فارسی و اردو مخزونہ کتب خانہ آصفیہ۔ جلد دوم۔ حیدرآباد، ۱۳۳۳ھ۔

مارشل، ڈی این (Marshall, D. N.)۔ *Mughals in India, A Bibliographical Survey*۔ بمبئی: ایشیا پبلشنگ
ہاؤس، ۱۹۶۷ء۔

مرزا، سخاوت۔ "حضرت میراں جی شمس العشاق کی تاریخ وصال"۔ مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۳۰ (جنوری ۱۹۶۸ء)۔